حلالہ کے موضوع پر ایک مختصر تحقیقی تحریر

تحقیقِ حلالہ

حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

کرمانوالہ بک شاپ

Phone: 042-7249515

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمات اعزاز

از......علامہ عبدالحکیم شرف قادری

آج یہ افسوس ناک صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے کہ مذہب حنفی کو کیا دین اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلائے جا رہے ہیں دین اور علمائے دین کے وقار کو مجروح اور ختم کرنے کی منظم سازش کے تحت ایک مہم چلائی جا رہی ہے اور اس کے سدباب کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ یہ صورت حال ملک وملت اور نظریہ پاکستان کسی کیلئے بھی خوش آئندہ نہیں ہے۔ گزشتہ دِنوں سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس شفیع محمد کا ایک فیصلہ اخبارات میں شائع ہوا جس میں حلالہ کو مطلقاً بے حیائی اور بے غیرتی قرار دیا گیا تھا۔ یہ حکم چونکہ قرآن پاک کے صریح حکم کے خلاف تھا اس لئے اہل علم اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق دیگر حضرات نے اس فیصلے کی شدید مذمت کی۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مقلدین نے نہ صرف مذکورہ فیصلے کی تائید کی بلکہ ملت اسلامیہ کے عظیم راہنما اور دنیائے قانون کے عظیم قائد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اپنے دِل کی چھپی ہوئی دشمنی کا اِظہار بھی ضروری جانا اور یہ حقیقت ان کی نگاہوں سے اوجل ہوگئی کہ حلالہ سے متعلق قرآن پاک میں صریح نص موجود ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے حلالہ کا مطلقاً اِنکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ تعجب ہے کہ ان لوگوں کو معاشرے میں پھیلنے والی لادینیت اور فحاشی کا کوئی احساس نہیں ہے۔

مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی نے بروقت اس کا نوٹس لیا اور اخبارات میں مضمون شائع کروایا جس میں اس بات کی وضاحت کی کہ حلالے کی کونسی صورت جائز اور کونسی مکروہ اور حرام ہے اور یہ بھی بتایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بھی امام اعظم کی تائید میں ہے، آئمہ مجتہدین اگر ہائی کورٹ کی حیثیت رکھتے ہیں تو صحابہ کرام سپریم کوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علامہ ہزاروی کا مقالہ پڑھئے اور حمایت حق پر ان کیلئے دعائے خیر کیجئے

اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور علم وقلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

ابتدائیہ

مورخہ ۴ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ جنگ میں سندھ ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج جسٹس شفیع محمد کا ایک عدالتی فیصلہ چھپا جو خلع اور حلالہ سے متعلق تھا اور اس میں حلالہ کو بے حیائی اور بے غیرتی کی بنیاد قرار دیا گیا۔

چونکہ جسٹس موصوف کا فیصلہ (اخباری رپورٹنگ کے مطابق) مطلق حلالہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے صراحتاً قرآن پاک کے بیان کردہ حکم کے خلاف تھا اس لئے علماء کرام اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب درد اور سنجیدہ حضرات نے اخباری بیانات کے ذریعے اس فیصلہ کی شدید مذمت کی۔

لیکن اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) حضرات نے نہ صرف اس فیصلہ کی تائید کی بلکہ اسے ایک تاریخی فیصلہ قرار دیا اور وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دشمنی اور فرقہ واریت کے جذبات کی رو میں اس طرح بہہ گئے کہ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ یہ فیصلہ نہ صرف قرآن وحدیث کے خلاف ہے بلکہ خود ان کے اپنے اکابر کی تفاسیر کے بھی خلاف ہے۔

راقم نے اپنا فرض منصبی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے حلالہ کے مفہوم اور اس سلسلے میں قرآن وسنت اور آئمہ اسلام کے خیالات کے حوالے سے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جو روزنامہ جنگ کی اشاعت ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ میں چھپا۔

الحمدللہ اس تحقیقی تبصرے سے اہل علم اور حق کے متلاشی حضرات نے استفادہ کیا اور ان پر صحیح صورت واضح ہوگئی بلکہ اہلحدیث گروہ کے حافظ صلاح الدین یوسف نے بھی اپنے ایک مضمون میں جو ۲۸ جنوری ۱۹۹۶ کو روزنامہ جنگ میں چھپا، راقم کی تائید کی اور اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ واقعی حلالہ کی ایک صورت قرآن پاک سے ثابت ہے اور دوسری صورت وہ ہے جس کے بارے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ ایسا کرنے والے لعنت کے مستحق ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ موصوف نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک کو صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف قرار دیا اگرچہ موصوف اپنے نظریہ کو دلائل سے ثابت نہ کرسکے۔ راقم نے جب اس سلسلے میں مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ حلالہ کی شرط پر کئے گئے نکاح کے سلسلے میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہی مسلک ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف ہے جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حلالہ ایک اہم مسئلہ ہے اس میں جہاں ایک طرف کچھ لوگوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح ارشاد کے باوجود اسے ایک کاروبار یا پیشہ بنا رکھا ہے اور وہ اس لعنت سے بے خوف ہیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی میں مذکور ہے وہاں دوسری طرف بعض لوگوں نے حلالہ کا سرے سے ہی انکار کر دیا اور یوں قرآن و حدیث سے تصادم کی راہ اختیار کر لی۔

اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی تحریر عمل میں لائی جائے تاکہ اُمت مسلمہ کی راہنمائی ہو سکے اور اہل علم حضرات حقیقت اور جذبات میں امتیاز کر سکیں۔

راقم کے استاذ محترم ممتاز عالم دین اور محقق ادیب شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے بکمال شفقت پورے مسودے کو پڑھا اور قیمتی مشوروں سے نوازتے ہوئے اس تحریر کی تائید کو زیورِ اعتماد سے مرصع و مزین کر دیا۔

راقم نے ۱۹۹۴ء سے معاشرتی مسائل پر مختصر تحریرات میدان میں لانے کا کام شروع کیا اور الحمدللہ اب تک اہم موضوعات پر تین کتابچے تجہیز و تکفین، طلاق اور تقسیم وراثت ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے کونے کونے بلکہ بیرون ملک تک پہنچ چکے ہیں۔

اس سلسلے میں چوتھی کوشش تحقیق حلالہ کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ اس کتابچے کو خرید کر مفت تقسیم کریں یا خود چھپوا کر تقسیم فرمائیں، دونوں صورتوں میں صدقۂ جاریہ کا ثواب حاصل ہوگا۔

آپ کے تعاون کا طلبگار

محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کا مقصد جہاں مرد وعورت کو گناہ سے بچانا ہے وہاں اُمت مسلمہ کو ایک اجتماع اور معاشرتی زندگی کی نعمت سے بھی بہرہ ور کرنا ہے۔ اس لئے نکاح کا دائمی ہونا ضروری ہے جو بچوں کی تعلیم و تربیت کا ایک بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی جھگڑوں کے عذاب سے بھی محفوظ رکھتا ہے لہٰذا اشد ضرورت کے بغیر طلاق دینا جائز ہونے کے باوجود ناپسندیدہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا......

اَبغض الحلالِ الی اللہ عزّوجل الطّلاق (سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ الطلاق)

اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال کاموں میں سب سے زِیادہ قابلِ نفرت کام طلاق ہے۔

اور اگر کسی ضرورت کے تحت طلاق دینا پڑ جائے تو ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ عورت کی عدت گزر جائے۔ یہ طلاق احسن (سب سے عمدہ طریقے پر دی گئی) طلاق کہلاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کانوا یستحبون اَن یطلقھا واحدۃً ثم یترکھا حتی تحیض ثلٰث حیضٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، مایستحب من طلاق السنۃ وکیف ھو ۴/۵) صحابہ کرام اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ عورت کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ اسے تین حیض آجائیں۔

اور اگر دوسری طلاق بھی دینا چاہے تو عدت کے اندر اندر جب عورت حیض سے پاک ہو جائے یعنی جس طہر (پاکیزگی کی حالت) میں طلاق دی ہے اس کے بعد حیض گزر کر پاک ہو جائے تو دوسری طلاق دے دے۔ یہ طریقہ بھی سنت کے مطابق ہے۔ (طلاق سے متعلق تفصیلی معلومات کیلئے راقم کی کتاب تحقیق طلاق کا مطالعہ کیجئے۔)

اب دو طلاقوں کے بعد بہتر صورت یہ ہے کہ مزید طلاق نہ دی جائے تاکہ اگر کسی وقت یہ دونوں مرد عورت دوبارہ اکٹھا ہونا چاہیں تو صرف نکاح کے ذریعے ایسا ممکن ہو سکے۔

قرآن پاک میں اسی بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا،

اَلطلاق مرتٰن فامساك م بمعروف اَو تَسریح باحسان (قرآن مجید ۲/۲۲۹)

طلاق دو بار تک (دینا اچھا) ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا بہترین طریقے پر چھوڑ دینا ہے۔

یعنی دو طلاقوں کے بعد یا تو عدت کے اندر اندر رجوع کر لے یا مزید طلاقیں نہ دے اور اسی طرح چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی گئی ہے...... وَاِذا طلقتم النسآء فبلغن اَجلھنّ فامسکوھنّ بمعروف اَو سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضِرار لتعتدوا وَ من یفعل ذلک فقد ظَلم نفسہ (قرآن مجید ۲/۲۳۱)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی عدت مکمل کرنے لگیں تو اچھے طریقے سے روک لو (رجوع کرلو) یا نیکی کے ساتھ ان کو چھوڑ دو اور نقصان پہنچانے کی خاطر ان کو نہ روکو کہ یہ حد سے زیادہ بڑھنا ہے اور جو اس طرح کرے گا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

سورۂ بقرہ کی مندرجہ بالا دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دو طلاقوں کے بعد عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع ہوسکتا ہے۔ اگر دو طلاقوں سے تعداد بڑھ جائے یا عدت ختم ہوجائے تو اب رجوع نہیں ہوسکتا۔ (یعنی بیک وقت تین طلاقیں دی گئیں اگرچہ ایسا کرنا حرام ہے یا تین طہروں میں تین طلاقیں دی گئیں جو جائز اور سنت کے مطابق طریقہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں رجوع نہیں ہوسکتا۔)

دورِ جاہلیت میں ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا تھا۔ اگر وہ ایک ہزار طلاق بھی دیتا تو اس کیلئے رجوع کا حق ثابت تھا۔ چنانچہ ایک عورت نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی کہ اس کا خاوند اسے طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کرلیتا ہے اس طرح وہ تکلیف پہنچاتا ہے۔ اُمّ المؤمنین نے یہ بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ طلاق دو بار تک ہے۔ (فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۶/۱۰۲)

گویا اسلام نے دورِ جاہلیت میں عورت پر ڈھائے جانے والے اس ظلم کا خاتمہ کرکے رجوع کو دو طلاقوں تک محدود کردیا۔ اگر دو طلاقیں رجعی دی ہوں تو عدت کے اندر اندر رجوع کرسکتا ہے اور جب طلاقوں کی تعداد تین تک پہنچ جائے، چاہے وہ تین طلاقیں اکٹھی دی ہوں یا الگ الگ کرکے تین کی تعداد مکمل کی ہو تو اب رجوع نہیں ہوسکتا۔ (جو لوگ تین طلاقوں کو ایک قرار دے رہے ہیں وہ دورِ جاہلیت کے اس طریقے پر عمل کر رہے ہیں اور یوں عورت پر ظلم کے مرتکب، اس مسئلے کی تحقیق کیلئے رسالہ مبارکہ طلاق ثلاثہ از علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملاحظہ فرمائیں۔)

البتہ دوبارہ ان دونوں کا اکٹھا ہونا اسی صورت میں جائز ہوگا جب عورت کا دوسری جگہ نکاح ہوجائے اور وہ شخص اسے مباشرت کے بعد طلاق دے دے۔

حلالہ

ارشادِ خداوندی ہے، فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (قرآن مجید ۲۳۰/۲) پس اگر وہ اسے تیسری طلاق بھی دے دے تو اس کے بعد وہ عورت اس (پہلے خاوند) کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں جو عمل بتایا گیا ہے اسے حلالہ کہا جاتا ہے۔ گویا حلالہ یہ ہے کہ جب کوئی عورت تین طلاقوں کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے اور پھر وہ شخص حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ چونکہ دوسرے خاوند کے نکاح میں آنا اور اس کا حقوقِ زوجیت ادا کرنا اس عورت کو پہلے خاوند کیلئے حلال کر دیتا ہے اس لئے اس عمل کو حلالہ یا تحلیل کہا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیقی بحث کا ذکر ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں، دو طلاقوں کے بعد خاوند عورت سے تین قسم کا سلوک کر سکتا ہے۔

پہلا یہ کہ رجوع کرے اور قرآن پاک میں جو اِمسك بمعروفٍ فرمایا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔

دوسرا یہ کہ رجوع نہ کرے اور نہ تیسری طلاق دے بلکہ اسی طرح چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور ان کے درمیان جدائی ہو جائے۔ أو تسريح باحسان سے یہی مراد ہے۔

تیسرا یہ کہ اسے تیسری طلاق دے دے۔ قرآن پاک کی آیت فان طلقها فلا تحل له سے یہی مراد ہے۔

(فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۱۱۱/۶)

حلالہ میں یہ بھی شرط ہے کہ دوسرا خاوند جماع کرے اور پھر طلاق دے ورنہ وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی۔ یہ بات قرآن پاک سے بھی ثابت ہے اور احادیثِ مبارکہ سے بھی۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، عربوں کے ہاں لفظ نکاح کا استعمال مختلف طریقوں پر ہوتا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں نكح فلان فلانة فلاں مرد نے فلاں عورت سے نکاح کیا، تو یہاں وہ عقدِ نکاح مراد لیتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں نكح (فلان) اِمراته أو زوجته فلاں نے اپنی بیوی (زوجہ) سے نکاح کیا تو اس سے جماع مراد ہوتا ہے۔

(فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۱۱۲/۶)

چونکہ اس آیت میں لفظ زوج اور لفظ تنکح دونوں وارد ہوئے ہیں اس لئے مندرجہ بالا ضابطہ کے مطابق لفظ تنکح سے مراد جماع ہوگا۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی نے ایک خاتون (تمیمہ) سے نکاح کیا پھر اسے طلاق دے دی۔ اب اس خاتون نے دوسرے شخص (حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر) سے نکاح کیا۔ پھر اس خاتون نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ وہ (دوسرا خاوند) حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکتے اور ان کے پاس کپڑے کے پھندنے کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا، تم اس وقت تک پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم اس خاوند کا ذائقہ اور وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے۔ (صحیح بخاری، باب اذا طلقها ثلاثا ثم تزوجت بعد العدة ۸۰۱/۲) گویا قرآن و سنت کی روشنی میں حلالہ اسی صورت میں ہوگا جب دوسرا خاوند حقوقِ زوجیت ادا کرے۔

حلالہ کی تین صورتیں

حلالہ کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت ...... جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں وہ عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے۔ پھر خاوند حقوق زوجیت ادا کرنے کے بعد جب چاہے اپنی مرضی سے طلاق دے۔ اب عدت گزرنے کے بعد اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح ہوجائے گویا یہاں حلالہ کیا نہیں جاتا بلکہ ہو جاتا ہے۔

حلالے کی اس صورت کا قرآن پاک میں ذکر ہے (جیسے آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں) اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ صورت بلا کراہت جائز ہے۔ عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا بھی صحیح ہے اور جب وہ خاوند طلاق دے دے تو اب عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح بھی کر سکتی ہے۔

یہ صورت چونکہ عقلاً نقلاً صحیح ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت بھی ہے لہٰذا اسے بھی ناجائز یا بے حیائی کا باعث قرار دینا نہ صرف جہالت ہے بلکہ کھلم کھلا قرآن کی مخالفت ہے۔

دوسری صورت ...... جب خاوند نے طلاق دے دی اور عورت کی عدت بھی گزر گئی اب کوئی شخص اپنی مرضی سے اس سے نکاح کرتا ہے اور نکاح کے وقت حلالہ کی شرط بھی نہیں رکھی گئی یعنی یوں کہا گیا کہ تم حقوق زوجیت ادا کرکے اسے طلاق دے دینا کہ پہلے خاوند سے اس کا نکاح کیا جائے۔ البتہ دوسرے آدمی نے دل میں یہ نیت کی کہ چونکہ ان دونوں کے باہمی تعلقات اچھے تھے ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں لہٰذا اگر میں اس عورت سے نکاح کرلوں اور پھر اسے طلاق دے دوں تاکہ پہلا خاوند اس سے نکاح کرلے اور یوں وہ اُجڑا ہوا گھر دوبارہ آباد ہوجائے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ مالکی فقہ کے مطابق اس نیت سے کیا گیا نکاح فاسد ہوگا جماع کیا گیا یا نہیں دونوں صورتوں میں تفریق ضروری ہے۔

☆ شافعی فقہ کے مطابق یہ نکاح صحیح ہوگا اگرچہ کچھ دوسری شرائط کا خیال رکھنا ہوگا لیکن محض اس نیت کی وجہ سے یہ نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

☆ حنبلی فقہ کے مطابق یہ نکاح باطل ہوجاتا ہے۔ ان کے نزدیک تحلیل (حلالہ) کی شرط اور نیت دونوں برابر ہیں۔

☆ جب کہ فقہ حنفی کے مطابق یہ نکاح صحیح قرار پاتا ہے اگر کچھ دیگر شرائط کا خیال رکھا جائے۔

والحاصل انّ التحليل اِذا سلم من هذه المحظورات و كان مقصودا به الصلح بين الرجل ومطلقته فانه جائز و لصاحبه اجرن الذى يصلح بين الزّوجين و اما اِذا كان لغرض من الاغراض السّابقه فانه يكون مكروها تحريما و يكون اثمه على كلِّ من اشترك فيه سوآء كان الزوج الثانى اَوِ المطلق او المرأة (عبدالرحمٰن الحریری الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۸/۴)

خلاصہ یہ ہے کہ جب حلالہ ان ممنوعات سے محفوظ ہو اور اسکا مقصود اس مرد (پہلے خاوند) اور اسکی مطلقہ بیوی کے درمیان صلح کرانا ہو تو یہ جائز ہے اور ایسے شخص کو اس آدمی کی طرح اجر ملے گا جو میاں بیوی میں صلح کراتا ہے لیکن جب کوئی دوسری غرض ہو (جو اغراض کتاب الفقہ میں اس عبارت سے پہلے بیان ہوئی ہیں) تو مکروہ تحریمی ہے اور اس عمل میں جو لوگ شریک ہوں گے وہ گنہگار ہوں گے وہ دوسرا خاوند ہو یا طلاق دینے والا مرد یا عورت۔

اگر دوسرے شخص نے صرف اس نیت سے نکاح کرنے کے بعد طلاق دے دی کہ انکا گھر بس جائے تو یقیناً یہ کام باعث ثواب ہے گویا وہ شخص میاں بیوی میں صلح کرانا چاہتا ہے لیکن چونکہ قرآنی تعلیم کے مطابق جب تک دوسری جگہ نکاح نہ ہو جائے وہ عورت دوبارہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی اس لئے اسے مجبوراً نکاح کرنا پڑا۔

البتہ اگر وہ اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ اپنی شہوت کو پورا کرے اور پھر طلاق دے دے تو ایسا کرنا مکروہ ہے اگرچہ نکاح بھی ہو جائے اور اب طلاق کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال بھی ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں اگر وہ شخص لوگوں میں حلالہ کرنے والا مشہور ہے تو اگرچہ اب اس کی نیت صحیح بھی ہو اس کیلئے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نکاح ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ اس نکاح پر اُجرت مقرر کرتا ہے تو اس کا یہ عمل بھی حرام ہے اور حدیث پاک کی رو سے وہ لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، لعن رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المحلل والمحلل له (جامع ترمذی باب ماجاء فی المحال والمحل لہ ص ۱۸۰) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے...... اگرچہ نکاح اس صورت میں بھی ہو جائے گا لیکن یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نر جانور اس مقصد کیلئے رکھتا ہے اور مادہ جانور کے مالک سے اس عمل کی اُجرت وصول کرتا ہے تو یہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح انسان جماع پر اُجرت لے تو یہ بھی حرام ہے۔ (عبدالرحمٰن حریری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۷۹/۴)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نکاح اس لئے درست قرار پاتا ہے کہ عقد نکاح میں کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو نکاح کے انعقاد کیلئے رکاوٹ بنے اور چونکہ اس کی نیت بھی صحیح ہے لہٰذا وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

تیسری صورت...... حلالہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب اس مطلقہ سے نکاح کیا جائے تو یہ شرط رکھی جائے کہ دوسرا خاوند جماع کے بعد اسے طلاق دے گا تا کہ وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا تمام آئمہ کرام کے نزدیک حرام ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

لہٰذا اس سے قطع نظر کہ یہ نکاح ہو گیا اور اب طلاق کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ یہ بات بہر حال قطعی ہے کہ اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہیں وہ سب لعنت کے مستحق ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح کر لیتا ہے تو کیا نکاح ہو جائے گا؟ کیا اب دوسرے خاوند پر اس شرط کی پابندی ضروری ہے؟ اور کیا دوسرے خاوند کے طلاق دینے کے بعد عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہو جائے گی؟

ہم اس سلسلے میں چاروں آئمہ کا مسلک مع دلائل نقل کر کے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقف کا ترجیحاً ذکر کریں گے۔

مالکی فقہ ...... حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے مقلدین کے نزدیک تحلیل (حلالہ) کی شرط سے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا مقصد ان دونوں کا ہمیشہ اکٹھے رہنا ہے اور یہی نکاح کی بنیادی شرط ہے چونکہ حلالہ کی شرط رکھنے سے یہ بنیادی شرط ختم ہو جاتی ہے لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور نہ وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہوگی۔ (عبد الرحمٰن جزیری الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/۸۱-۸۰)

شافعی فقہ ...... حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جب نکاح کرتے وقت تحلیل کی شرط رکھی جائے مثلاً وہ یوں کہے کہ میں نے فلاں عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ طلاق دینے والے (پہلے خاوند) کیلئے حلال ہو جائے یا یوں کہے کہ میں اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ وطی کرنے کے بعد اسے طلاق ہو جائے گی یا جدا ہو جائے گی تو یہ نکاح باطل ہے۔ لہٰذا اب وہ پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس قسم کی شرط سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور حلالہ کیلئے نکاح صحیح ضروری ہے۔ لہٰذا یہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی۔

حنبلی فقہ ...... حنبلی فقہ کے مطابق دوسرے نکاح میں حلالہ کی نیت شامل ہو یا واضح طور پر حلالہ کی شرط رکھی جائے، دونوں صورتوں میں نکاح باطل ہو جائے گا اور یہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی ان کی دلیل سنن ابن ماجہ کی یہ روایت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، الا اُخبرکم بالتیس المستعارِ کیا میں تمہیں ادھار لئے ہوئے سانڈھ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں (آپ ہمیں بتائیں) آپ نے فرمایا، وہ محلل ہے اور اللہ تعالیٰ نے محلل (حلالہ کرنے والے) اور (محلل لہٗ) جس کیلئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (عبد الرحمٰن جزیری الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/۸۱-۸۰)

فقہ حنفی...... تحلیل (حلالہ) کی شرط پر کیا گیا نکاح حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن فاسد نہیں ہوتا اور اس کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔

وَاِذا تزوجها بشرط التحليل فالنكاح مكروه لقولهٖ عليه السّلام لعن اللّٰه المحلل والمحلل له' وهذا هو محمله فان طلقها بعد وَطيها حلّت للاوّل لِوجود الدخول فى نكاح صحيح لا يبطل بالشرط

اور جب اس عورت سے تحلیل (حلالہ) کی شرط پر نکاح کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حدیث کا یہی مطلب ہے کہ (نکاح مکروہ ہو نہ یہ کہ سرے سے منعقد ہی نہ ہو) پھر جب وہ اس کو جماع کے بعد طلاق دے تو اب وہ پہلے خاوند کیلئے حلال ہو گئی کیونکہ نکاح صحیح میں جماع میں پایا گیا جو کسی شرط کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا (لہٰذا حلالہ کی شرط سے بھی باطل نہیں ہوگا)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چونکہ نکاح موقت نکاح کی طرف ہے لہٰذا فاسد ہے اور اس فاسد کی وجہ سے یہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی جب کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوتا ہے کیونکہ نکاح کسی شرط سے باطل نہیں ہوتا البتہ یہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں ہوگی کیونکہ جس چیز کو شریعت نے موخر کیا تھا اس نے اس میں جلدی کی لہٰذا مقصود نکاح میں رکاوٹ کی وجہ سے اسے یہ سزا دی جائے گی جیسے کوئی شخص اپنے مورث (جس کا یہ وارث ہو) کو قتل کر دے تو وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ وراثت حاصل کرنے میں اس نے جلدی کی ہے۔ (ہدایہ۔ فصل فی ما تحل بہ المطلقۃ ۱/۳۸۰)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متفق ہیں کہ یہ نکاح ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شرائط، نکاح کے انعقاد پر اثر انداز نہیں ہوتیں لیکن چونکہ نکاح ایک ایسا عمل ہے جو خاوند کی موت تک برقرار رہنا چاہئے اور یہاں پہلے ہی ختم کر دیا گیا لہٰذا پہلے خاوند کو یہ سزا دی جائے کہ وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دلائل

چونکہ تین طلاقوں کے بعد مطلقہ عورت سے رجوع نہیں ہوسکتا......لہٰذا،

۱......اب وہ پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں اور جب پہلے خاوند کیلئے فی الحال حلال نہیں تو کسی دوسری جگہ اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔

۲......دوسرا آدمی جو اس عورت سے نکاح کر رہا ہے وہ اس کے محارم میں سے بھی نہیں ہے اور عاقل و بالغ آدمی ہے جسے اپنی ذات پر ولایت حاصل ہے۔

۳......نیز عورت خود اپنے نفس پر دلالت رکھتی ہے اب جب وہ خود نکاح کرے یا اس کا ولی نکاح کر کے دے دونوں صورتوں میں اسے اس نکاح کا حق حاصل ہے۔

٤......فقہ حنفی کے مطابق نکاح میں کوئی شرط رکھی جائے تو اس شرط کا صحیح یا غلط ہونا اپنی جگہ پر ہے لیکن نکاح بہر حال صحیح قرار پاتا ہے۔

اب جب دوسرا خاوند اسے اپنی مرضی سے طلاق دے دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ حقوق زوجیت ادا کر چکا ہے تو قرآن پاک کی درج ذیل آیت کے مطابق اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح جائز ہے۔

فان طلقها فلا جناح علیهما ان یترا جعا اِن ظنا ان یقیما حدود الله وَ تلك حدودُ الله یبینها لقوم یعلمون (قرآن مجید ۲/۲۰۳) پس اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے تو ان دونوں (پہلے خاوند اور عورت) پر کوئی حرج نہیں کہ وہ رجوع کریں اگر وہ سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جنہیں وہ علم والی قوم کیلئے بیان کرتا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اما قوله (فان طلقها) فالمعنیٰ ان طلقها الزّوج الثانی الّذی تزوجها بعد الطلقه الثالثة لانه تعالی قد ذکرہٗ بقولهٖ حتی تنکح زوجاً غیره (فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۶/۱۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی...... (فان طلقها) کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرا خاوند جس نے تیسری طلاق کے بعد نکاح کیا تھا اسے طلاق دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں طلاق دینے والے مرد کا رجوع مراد نہیں بلکہ رجوع سے نکاح جدید مراد ہے اور رجوع اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، فذکر لفظ النِّکاح بلفظ التّراجع لانّ الزوجیّة کانت حاصلة بینهما قبل ذلك فاذا تناکحا فقد تراجعا اِلی ما کانا علیه من النکحا فهذا تراجع لُغوِیّ (فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۶/۱۱۳)

اللہ تعالیٰ نے نکاح کا ذکر لفظ تراجع (رجوع) کے ساتھ کیا کیونکہ ان دونوں کے درمیان زوجیت پہلے سے حاصل ہے پس جب وہ نکاح کریں گے تو پہلے والی حالت یعنی نکاح کی طرف لوٹ آئیں گے لہٰذا یہ لغوی رجوع ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحلیل کی شرط باوجود یہ نکاح اسلئے صحیح قرار پاتا ہے کہ آپکے نزدیک کسی بھی شرط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اور نکاح کے ارکان ایجاب وقبول اور شرط یعنی گواہوں کا حاضر ہونا دونوں باتیں پائی گئیں لہٰذا یہ نکاح صحیح قرار پایا۔

مشروط نکاح

جب خاوند یا بیوی نکاح کرتے وقت کوئی شرط رکھیں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱...... وہ شرط عقد نکاح سے ملی ہوئی ہو مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے اس شرط کے ساتھ نکاح کر رہا ہوں کہ تیرے پاس رات نہیں گزاروں گا۔

۲...... نکاح، شرط سے معلق ہے یعنی شرط کے پائے جانے پر نکاح کے انعقاد کا دارومدار ہو، مثلاً یوں کہے کہ اگر فلاں شخص آیا تو میں تجھ سے نکاح کروں گا۔

ان میں سے پہلی شرط عقد نکاح پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی پھر دیکھیں گے اگر وہ ان امور میں سے ہے جن کو عقد چاہتا ہے تو وہ شرط بھی نافذ ہو جائے گی مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ تو کسی اور کی بیوی نہ ہو یا کسی اور کی عدت نہ گزار رہی ہو وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر اس شرط کو عقد نہیں چاہتا تو پھر یہ شرط لغو ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہو جائے گا اس کی مثال یہی زیر بحث مسئلہ ہے مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کر رہا ہوں تا کہ تو اس شخص کیلئے حلال ہو جائے جس نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں۔

گویا شرط کسی قسم کی بھی ہو نکاح کے انعقاد کے ضابطہ کے مطابق تحلیل (حلالہ) کی شرط کے باوجود نکاح صحیح ہو جائے گا البتہ شرط باطل ہو جائے گی اور دوسرا خاوند طلاق دینے کا پابند نہیں ہوگا۔

چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے۔

لانّ النكاح لا يبطل بالشروط الفاسدة بل يبطل الشرط مع صحة العقد و ممّا لا شك انّ شرط التحليل ليس من مقتضى العقد فيجب بطلانه و صحة العقد (عبدالرحمٰن حریری الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۸۰)

کیونکہ نکاح، فاسد شرائط کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حلالہ کی شرط ان امور میں سے نہیں ہے جن کو عقد نکاح چاہتا ہے پس اس (شرط) کا باطل ہونا عقد کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

حدیث کا مفہوم

اگر یوں کہا جائے کہ حدیث شریف میں حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی گئی ہے (جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے) تو اس کے باوجود نکاح کیسے ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی روشنی میں حلالہ کی شرط پر نکاح کا عمل حرام ٹھہرے گا یعنی نکاح ہو جائے گا اور یہ لوگ حرام کے مرتکب ہوں گے کیونکہ انہوں نے ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جمعۃ المبارک کے دِن اذان (پہلی اذان) کے بعد کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کیلئے تیاری کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَ اِذا نودی للصّلوٰۃ من یوم الجُمُعَۃِ فاسعوا اِلی ذِکر اللّٰہ و ذَرو البیع (قرآن مجید ۹/۶۳)

اور جب جمعۃ المبارک کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص دکان بند نہ کرے اور سودا بیچے تو خریدنے والا اس سودے کا مالک اور یہ اس رقم کا مالک ہو جائے گا جو طور قیمت وصول کی ہے...... گویا حرام ہونے کے باوجود سودا ہو جائے گا۔

اسی طرح حدیث شریف میں طلاق کو جائز اُمور میں سے سب سے زیادہ ناپسند قرار دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،

اَبغض الحلال اِلی اللّٰہ عزّوجل الطلاق (سنن ابوداؤد، ص ۲۹۶)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز کاموں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام طلاق ہے۔

لیکن اس کے باوجود کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ نافذ ہو جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا۔

ایما اِمرأۃ سالت زَوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا الجنّۃ (جامع ترمذی، ص ۱۹۱)

جو عورت بلاوجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اس قدر تنبیہ کے باوجود جب کسی ضرورت کے بغیر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا اور خاوند نے طلاق دے دی تو وہ ہو جاتی ہے۔

غور کیجئے! لعنت کا معنی رحمت سے دُوری ہے اور جنت کی خوشبو کا حرام ہونا بھی رحمت سے دوری ہے تو جب جنت کی خوشبو سے محرومی کے باوجود یہ طلاق صحیح قرار پاتی ہے تو لعنت کے باوجود وہ نکاح کیوں صحیح نہیں ہوگا۔ لہٰذا جس طرح عورت کو تنبیہ کی گئی کہ وہ بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ نہ کرے اسی طرح وہاں بھی تنبیہ کی گئی کہ حلالہ کی شرط پر نکاح نہ کرو۔ اس لئے محدثین کرام نے اس حدیث کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ اس شرط پر نکاح کرنا حرام ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے پیروکار بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ حلالہ کی شرط پر نکاح کرنے والے لعنت کے مستحق اور گنہگار ہیں لیکن اس کے باوجود نکاح صحیح ہو جائے گا۔ جو لوگ اس نکاح کو صحیح قرار نہیں دیتے وہ اس طلاق کو بھی صحیح قرار نہ دیں جس کا مطالبہ عورت نے کسی ضرورت کے بغیر کیا ہے۔

شوکانی کی تائید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا،

لا یحل لامرأۃ تسال طلاق أختھا لتستفرغ صفحتھا فانما لھا ما قدر لھا (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ۲/۷۷۱۴) کسی عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ (نکاح کرنے کیلئے) مسلمان بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تا کہ بے شک اس کیلئے وہی ہے جو اس کیلئے مقدر ہے۔

علامہ شوکانی جو اہلحدیث حضرات کے پیشوا ہیں اس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حلت کی نفی اس بات کی دلیل ہے کہ اس عورت کا یہ سوال کرنا کہ وہ (مرد) پہلی بیوی کو طلاق دے، حرام ہے لیکن اس سے فسخِ نکاح لازم نہیں آتا یہ محض عورت کو تنبیہ ہے کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے اپنے مقدر پر راضی رہنا چاہئے۔ تو دیکھئے یہاں شرط فاسد کے باوجود نکاح منعقد ہو رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک

حلالہ کی شرط پر کئے گئے نکاح کو جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اور ایسا کرنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کی سخت مذمت فرمائی ہے لیکن کسی صحابی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس طرح کیا گیا نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہاں یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو حلالہ کرنے والا یا جس کے حلالہ کیا گیا میرے پاس لایا گیا تو میں اسے کوڑے لگاؤں گا وہاں یہ ثابت ہے کہ آپ نے ایسے نکاح کو برقرار رکھا اور دوسرے خاوند کو طلاق دینے سے منع فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ حلالہ کی شرط پر جو نکاح کیا جائے وہ منعقد ہو جاتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے۔

عن ابن سیرین انّ امرأۃ طلقھا زوجھا ثلاثا و کان مسکین أعرابی یقعد بِباب المسجد فجائتہ امراۃ فقالت ھل لك فی اِمراۃ تکحھا فتبیت معھا اللیلۃ و تصبح فتفارقھا فقال نعم فکان ذلك فقالت لہ امرأتہ انّك اذا اَصبحت فانھم سیقولون لك فارقھا فلا تفعل ذلك فانی مقیمۃ لك ماتری واذھب الی عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فلما اَصبحت اَتوہ و اَتوھا فقالت کلموہ فانتم جِئتم بہٖ فکلموہ فابیٰ فانطلق اِلی عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فقال اِلزم اِمراتك فان رَابوك بریبۃٍ فاتنی وَ ارسل اِلی انمرأۃ التی مشت لذلك فنکل بھا ثم کان یغدو علی عمر و یروح فی حلۃ فیقول الحمد للّٰہ الذی کساك یا ذُوالرقعتین حلۃ تغدو فیھا و تروح (احمد بن حسین بیہقی، سنن بیہقی ۲۰۹/۷)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دے دیں اور مسکین دیہاتی مسجد کے دروازے پر بیٹھا کرتا تھا، عورت اس کے پاس آئی اور کہا کیا تو کسی عورت سے نکاح کی رغبت رکھتا ہے کہ (تو اس سے نکاح کر کے) اس کے ساتھ رات گزارے اور صبح اسے جدا کر دے؟ اس نے کہا ہاں چنانچہ نکاح ہو گیا۔ اب عورت نے اس سے کہا کہ صبح یہ لوگ تجھ سے کہیں گے کہ اس عورت کو جدا کر دے (طلاق دے دے) لیکن تم ایسا نہ کرنا تو جب تک چاہے میں تیرے پاس رہوں گی۔ تم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے جانا۔ صبح کے وقت وہ لوگ (قبیلے والے) اس مرد اور عورت کے پاس آئے تو عورت نے کہا اس مرد سے بات کرو تم اسے لائے ہو۔ انہوں نے بات کی تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو اختیار کئے رکھو اگر وہ لوگ تمہیں تنگ کریں تو میرے پاس آنا۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلایا جس نے سارا عمل کیا تھا اور اسے سزا دی اس کے بعد وہ شخص صبح و شام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک قیمتی جوڑے میں آنے لگا تو آپ نے فرماتے اللہ تعالیٰ کیلئے تعریف جس نے اے دو ٹکڑوں والے! تجھے جوڑا پہنایا جس میں تو صبح و شام آتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی تحلیل (حلالہ) کی شرط پر کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ یہ طریقہ حرام ہے چنانچہ امام بیہقی نے حضرت سلمان بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

اَنَّ عثمان ابن عفان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ رفع اِلیہ امر رَجل تزوّج اِمراۃ لیحلھا لزوجھا ففرق بینھما وقال لا ترجع الیہ اِلا بنکاح رغبۃ غیرد لسۃ (احمد بن حسین بیہقی، سنن بیہقی ۷/۲۰۸)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اسے پہلے خاوند کیلئے حلال کر دے تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا (آئندہ) ایسے عمل کی طرف نہ لوٹنا، نکاح ایسا کرو جو رغبت والا ہو اس میں دھوکہ اور ظلم نہ ہو۔

اگر یہ نکاح منعقد نہ ہوتا تو تفریق کا کوئی مطلب نہ تھا کیونکہ تفریق اسی صورت میں ہوتی ہے جب نکاح منعقد ہو جائے البتہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نکاح حلالہ کیلئے کفایت نہیں کرتا۔

ائمہ کے درمیان اختلاف

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ چونکہ اس مسئلہ میں خود صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رہا ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے سفاح (زنا) سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نکاح ہوجاتا ہے اگرچہ ایسا کرنا حرام ہے۔

لہٰذا ائمہ کرام نے بھی اس اجتہادی مسئلہ میں الگ الگ موقف اختیار کیا۔ چونکہ چاروں ائمہ کرام اہلسنّت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے درمیان اجتہادی اختلاف ہے جو اُمت کیلئے باعث رحمت ہے لہٰذا جو مسلمان جس امام کا مقلد ہوگا اس کیلئے وہی موقف درست قرار پائے گا۔ اس لئے ہم دیگر ائمہ کے موقف پر اعتراض نہیں کرتے۔ البتہ دلائل کی روشنی میں اس بات کا اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقف کو ترجیح حاصل ہے۔ لیکن ان لوگوں کی بات یقیناً حیران کن ہے جو کسی امام کے اجتہاد کے پابند نہیں اور نہ اسے جائز سمجھتے ہیں بلکہ محض حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مخالفت میں دیگر ائمہ کے موقف کی تائید کر رہے ہیں۔

صاحبین کے موقف سے اعتراض کیوں؟

اگرچہ اہلحدیث حضرات کے نزدیک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کا اجتہاد بھی قابل قبول نہیں لیکن حلالہ کی شرط پر کئے گئے نکاح کے سلسلے میں وہ احناف کو صاحبین کا موقف اپنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔

درحقیقت وہ صاحبین کا موقف نہیں بلکہ اپنے امام ابن تیمیہ کا مسلک اپنانے کا درس دیتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ جمہور اُمت کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اس بات پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ لیکن یہ حضرات ابن تیمیہ کی اتباع میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک احناف کا تعلق ہے تو وہ اس مسئلے میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقف کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ مطلقاً فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ہوتا ہے اور چونکہ آپ کے دلائل نہایت مضبوط ہیں اس لئے اصحاب ترجیح فقہاء کرام نے صاحبین کے قول کو مفتیٰ بہ قرار نہیں دیا بلکہ اس مسئلہ میں فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ہے۔

مضحکہ خیز مشورہ

اہلحدیث حضرات، حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی مخالفت میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے بھی عاری ہوچکے ہیں چنانچہ ان کے ایک نمائندے نے اپنے ایک مضمون میں حلالہ سے بچنے کا یہ حل بتایا کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جائے تاکہ حلالہ کی نوبت نہ آئے۔

سبحان اللہ! موصوف نے یہ بات سمجھنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی کہ اگر کوئی شخص الگ الگ تین طلاقیں دیتا ہے تو اس صورت میں خود ان کے نزدیک بھی تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں اب اس صورت میں حلالہ سے کیسے بچیں گے؟ حلالہ سے بچنے کا حل تو صرف یہ ہے کہ تین طلاقیں نہ دی جائیں بلکہ ایک طلاق پر اکتفا کیا جائے اور اگر کوئی تین طلاقیں دے ہی دیتا ہے تو وہ تین ہی ہوں گی۔ موصوف کی اس تجویز کو یوں سمجھیں کہ جس طرح کسی کے جسم میں بندوق کی گولی پیوست ہوجائے اور آپریشن سے بچنے کیلئے یوں تصور کیا جائے کہ اس کے جسم میں گولی نہیں ہے، کون عقلمند اس بات کو تسلیم کرے گا! حقائق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، طفل تسلیوں سے کیسے کام چلایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فقہائے کرام کی تقلید کی راہ اپناؤ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا...... اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔

کیا حلالہ عورت پر ظلم ہے

حلالہ کے منکرین ایک نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حلالہ عورت پر ظلم ہے لیکن یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ ہر اہل عمل جانتا ہے کہ جب عورت کو تین طلاقیں دی جائیں یا ایک دو طلاقوں کی صورت میں عدت گزر جائے تو اب عورت کی اجازت اور مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اسی طرح جب عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور اب اس نے طلاق دے دی تو پہلے خاوند سے نکاح کے سلسلے میں بھی عورت کی مرضی اور اجازت ضروری ہے۔ لہٰذا جب تک عورت اجازت نہیں دے گی اس کا نکاح نہیں ہوسکتا تو کس طرح اس عمل کو عورت پر ظلم قرار دیا جائے گا۔ عورت کو کون مجبور کرتا ہے کہ حلالہ کرائے اور پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرے!

خلاصہ

۱...... جب عورت کو تین طلاقیں دی جائیں، چاہے تینوں اکٹھی ہوں یا الگ الگ دی گئی ہوں، دونوں صورتوں میں رجوع نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ خاوند (حلالہ کے بغیر) اس عورت سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

۲...... اگر اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کرلیا اور پھر اس دوسرے خاوند نے حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے دی تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح جائز ہوگا۔ یہ عمل حلالہ کہلاتا ہے اور یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔

۳...... اگر دوسرے خاوند نے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ بعد میں اسے طلاق دے دے گا تاکہ وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہوجائے اور ان کا گھر دوبارہ آباد ہوجائے لیکن نکاح میں حلالہ کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ صورت بھی جائز ہے بلکہ باعث اجرو ثواب ہے۔

٤...... اگر دوسرے خاوند سے نکاح اس شرط پر کیا جائے کہ وہ اسے بعد میں طلاق دے دے تاکہ پہلا خاوند اس عورت سے نکاح کرلے، تو حلالہ کیلئے نکاح کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ عمل حرام ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

۵...... تاہم اگر ایسا کرلیا گیا تو شرط باطل ہوجائے گی اور یہ نکاح صحیح ہوگا اور دوسرا خاوند اسے طلاق دینے کا پابند نہیں ہوگا البتہ اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہوجائے گی۔

٦...... بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور ناجائز عمل ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اور صرف ایک طلاق دی جائے یا ضروری ہو تو تین طہروں میں ایک ایک کرکے تین طلاقیں مکمل کی جائیں۔

۷...... اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اگرچہ اس کا یہ عمل حرام ہے اور وہ گنہگار ہوگا لیکن تینوں طلاقیں نافذ ہوجائیں گی۔ انہیں ایک طلاق قرار دینا نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے طریقے سے روگردانی ہے بلکہ عورت پر ظلم ہے اور حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہٹ دھرمی کی بجائے کھلے دل اور دیانت داری کے ساتھ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور